رئیس احمد جعفری

"اٹوٹ انگ" کی تاریخی کہانی

کشمیر پر بھارت جب اقتدار کا دعویٰ کرتا ہے تو جنرل ڈیگال یاد آجاتے ہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں سامراجی ذہنیت بدستور قائم تھی۔ مسٹر چرچل نے ایوان عام میں ایک مرتبہ برطانوی مقبوضات کی آزادی وخود مختاری کے سلسلے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا،

"میں ملک معظم کی حکومت کا دیوالہ نکالنے کے لیے وزیر اعظم نہیں بنا ہوں۔"

جنرل ڈیگال لندن میں مہاجرت کی زندگی بسر کر رہے تھے، اور ان کے ساتھ فرانس کی حکومت بھی جلاوطنی کے شب و روز بسر کر رہی تھی۔ لیکن جب ان فرانسیسی مقبوضات کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو نہایت اطمینان سے وہ شخص جس کے وطن پر ہٹلر کی فوجیں قابض تھیں جواب دیتا تھا،

"فرانس اپنے مقبوضات سے دست کش نہیں ہو سکتا۔"

ہالینڈ کی حکومت بھی انڈونیشیا کے بارے میں ——— جس پر جاپان قابض تھا ——— صاف الفاظ میں اپنے مقبوضات کو اپنائے رکھنے پر مصر تھی۔ بلجیم کے شاہ لیوپولڈ جرمنی کی تاخت و تاراج سے ہراساں اور سراسیمہ ہو کر، لندن میں اپنی "حکومت" سمیت قیام فرما تھے، لیکن اگر ان کے افریقی مقبوضات کی آزادی کے بارے میں کوئی گستاخ سوال کر بیٹھتا تھا تو بڑے کڑے تیور سے جواب دیتے تھے،

"واہیات سوالات ہیں یہ!"

یہی حال دوسری سامراجی حکومتوں کا بھی تھا۔

لیکن دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد حالات نے تیزی سے پلٹا کھایا، اور محکوم اقوام کا حق خود ارادیت میثاق اوقیانوس " (اٹلانٹک چارٹر) کے ذریعہ سب کو تسلیم کرنا پڑا۔ اگرچہ یہ عمل تدریجی مراحل سے گزرا، یعنی ایسا نہیں ہوا کہ تمام محکوم ممالک دفعتہً آزاد ہو گئے ہوں، لیکن بہرحال اصول تسلیم کر لیا گیا، اور اس پر سست روی سے سہی، عمل درآمد شروع ہو گیا۔ برطانیہ، ہالینڈ، بلجیم، اور دوسرے سامراجی ممالک رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات و مفتوحات سے دست بردار ہونے گئے۔

با دلِ ناخواستہ فرانس کو بھی اس پالیسی پر عمل کرنا پڑا۔

شام اور لبنان سے فرانس کی بالادستی اور حاکمیت ختم ہو گئی، مشرق بعید کے مقبوضات کو بھی، جنھیں وہ کلیجہ سے لگائے ہوئے تھے اسے چھوڑنا پڑا۔ مراکش اور تیونس کو حد درجہ بے ادبی کے ساتھ اور طرح طرح کی پابندیوں کے ساتھ بہرحال اس نے آزادی کا پروانہ عطا کیا۔

لیکن الجزائر کا معاملہ جب بھی اٹھایا گیا فرانس کی ہر حکومت نے، اور جنرل ڈیگال نے بھی اپنے پہلے دور فرمانروائی میں صاف، واضح اور غیر مشتبہ الفاظ میں اعلان کر دیا کہ الجزائر کی آزادی یا حق خود ارادیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ " فرانس کا الوٹ انگ " ہے۔ فرانس ان علاقوں کو جو اس کے نہیں تھے بے شک آزاد کر سکتا ہے اور کر رہا ہے لیکن جو سرزمین صرف اس کی ہو، اسے آزاد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ فرانس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا اصول تسلیم کر لیا جائے، اور ظاہر ہے کسی قیمت پر بھی فرانس کو اس پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا، فرانس اپنی بربادی کے فرمان پر خود ہی دستخط کر دے، یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

اس دعوے کی بنیاد کیا تھی؟

بنیاد یہ تھی کہ فرانس کے دولت مندوں نے الجزائر کو اپنے روپے سے گویا خرید

لیا تھا۔ وہاں کے کاروبار صنعت، تجارت، حرفت اور زراعت پر وہ قابض تھے۔ وہاں کی سرسبز و شاداب زمینوں کو انھوں نے خرید لیا تھا۔ وہاں کے شہروں میں ان کے عظیم الشان مکانات تھے۔ دکانیں تھیں، جائدادیں تھیں، عمارتیں تھیں، اور یہ سب کچھ پشتہا پشت سے ہوتا چلا آرہا تھا۔ الجزائر میں فرانس کے جو باشندے آباد تھے اپنے مفاد کی خاطر انھوں نے اسے تقریباً اپنا وطن بنا لیا تھا۔ یہیں پیدا ہوئے تھے، یہیں جوانی کے مزے لوٹتے تھے، یہیں بوڑھے ہوتے تھے، یہیں مرتے تھے اور یہیں دفن ہوتے تھے۔ اس کثرت سے فرانسیسی نہ کسی دوسری نوآبادی میں اقامت گزیں تھے، نہ اس کثرت سے کسی اور نوآبادی میں انھوں نے سرمایہ لگایا تھا۔ الجزائر کی آزادی کے معنی یہ تھے کہ یہ اربوں روپے ضائع ہو جائیں، یہ وسیع و عریض جائدادیں چھن جائیں، یہ دولت بخش روزگار ہاتھ سے نکل جائے۔ وطن میں اجنبی بن کر رہ جائیں اور وہاں آبادکاری کے مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوں۔ اس کے لیے نہ فرانسیسی تیار تھے نہ فرانس کی حکومت۔

لیکن الجزائر آزادی کے لیے کٹتا رہا، مٹتا رہا، فنا ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ ڈیگال صاحب دوبارہ برسر اقتدار آئے۔ اس مرتبہ بھی انھوں نے شروع شروع میں الجزائر کے "الوٹ انگ" کی رٹ لگائی۔ لیکن رفتہ رفتہ حقیقت پسندی کی طرف مائل ہونے لگے، اور آخر ایک روز انھوں نے یہ دانہ آزادی عطا کرنے کا اعلان کر دیا۔

اس اعلان سے الجزائر کے فرانسیسی باشندے جوش غضب کے باعث پاگل ہو گئے۔ الجزائر میں مقیم فرانسیسی فوج بغاوت پر آمادہ ہو گئی اور اس کے کچھ حصے نے بغاوت کر بھی دی۔ الجزائر میں اور فرانس میں خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔ لیکن اس مرتبہ ڈیگال صاحب اپنے فیصلے میں اٹل تھے۔ آخرکار انھوں نے الجزائر کو آزاد کر دیا۔ بہ ظاہر یہ کارنامہ سرانجام دے کر انھوں نے الجزائر پر احسان کیا لیکن حقیقۃً اس کارنامے سے انھوں نے فرانس کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا۔ اگر الجزائر آزاد نہ ہوتا تو فرانس ختم ہو جاتا۔ اس کا دیوالہ نکل جاتا، اور

بین الاقوامی طور پر اس کی ساکھ بھی کچھ نہ رہ جاتی ۔ ڈیگال نے اتنا بڑا قدم الجزائر کے لیے نہیں اپنے ملک کی بھلائی اور سلامتی کے لیے اٹھایا تھا۔

بھارت بھی کشمیر کو اپنے اقتدار اعلیٰ کا تابع سمجھ رہا ہے، اور اسے آزاد کرنے سے انکار کر رہا ہے، حالانکہ وہاں نہ اتنے بھارتی آباد ہیں جتنے الجزائر میں فرانسیسی تھے نہ اس کا اتنا سرمایہ لگا ہے جتنا الجزائر میں فرانس کا لگا ہوا تھا۔

بھارت آج ڈیگال کے ۲۰ سال پہلے والے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ وہ ناگاؤں سے آزادی کی بات چیت کر سکتا ہے، وہ نیپال کی آزادی تسلیم کر سکتا ہے۔ وہ بھوٹان اور سکم کو اپنے "اقتدار اعلیٰ" کی دھمکی نہیں دیتا حالانکہ ناگا لینڈ، نیپال، بھوٹان اور سکم کشمیر سے بہت چھوٹے اور غیر اہم ہیں لیکن وہ کشمیر کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حالات ڈیگال جیسے مرد آہن کو موم بنا سکتے ہیں تو بھارت کی قیادت کب تک اپنے آہنی عزم کو برقرار رکھ سکے گی۔ آج اگر بھارت ڈیگال کے ۲۰ سال پہلے والے نقشِ قدم پر چل رہا ہے تو اسے یقیناً ڈیگال کے اس آخری نقشِ قدم پر بھی رہروی کرنی پڑے گی جس کا نتیجہ الجزائر کی آزادی کی صورت میں نکلا تھا۔